© rasailojaraid.com

ہو کر سنیئے۔ حضرت فرما رہے ہیں:

"......ایک ہے "علم "......ایک ہے "عالم "......ایک ہے "معلوم "۔ جتنا کسی عالم کا معلوم، اعلیٰ ہے اتنا ہی وہ عالم اعلیٰ ہے اور اسکا علم بھی اسی حساب سے اعلیٰ ہے۔ معلوم کا اعلیٰ یا ادنیٰ ہونا اس بات پر ہے کہ جو چیز پائیدار ہے وہ ناپائیدار سے اعلیٰ ہے۔ مخلوقات کا علم اس لیے ادنیٰ ہے کہ وہ فنا ہونے والی ہیں، ان کا علم بھی فنا ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم اعلیٰ ہے کیونکہ وہ باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہے، اس کا علم بھی ہمیشہ رہے گا۔ علم سے ہی کسی شئے کی معرفت ہوتی ہے اور معرفت ہی لگاؤ کا سبب ہوتی ہے۔ جب کسی شئے کا علم نہ ہو تو اس سے محبت اور عشق بھی کیا ہو گا؟

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ زندہ رہے اور اسکی زندگی راحت کی زندگی ہو۔ گویا انسان کا مقصود، دائمی زندگی اور راحت والی دائمی زندگی ہے۔ اب جس شخص کا معلوم فنا ہونے والی چیزیں ہوں گی، جب وہ فنا ہو جائیں گی تو ان کا علم بھی جاتا رہے گا، تب اس شخص کی زندگی میں کوئی راحت نہ رہے گی۔ کہ لذت و راحت تو علم سے ہے۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ باقی ہے تو اس کی صفات کا علم فنا نہ ہو گا، اور انسان کی روح بھی چونکہ کبھی نہیں مرتی، اس لیے جس کو صفات باری تعالے کے علم میں رسائی اور رسوخ ہو جائے، اسکی زندگی دائمی اور راحت کی زندگی ہو گی اور یہی جنت کی زندگی ہو گی۔ اب جو شخص صرف مخلوق کا علم رکھتا ہے اور اس سے ہی لذت گیر ہوتا ہے تو مخلوق کے فنا ہو جانے کی وجہ سے یہ علم بھی فنا ہو جائے گا اور اس کی بدولت قائم کردہ راحتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ تب اس پر وہ زندگی، دوزخ کا عذاب بن کر مسلط ہو جائے گی۔

مخلوقات کے علم کی رفتار بڑی طویل راہ چاہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مخلوقات کا یہ ترقی پزیر علم آگے بڑھ کر حقیقت تک پہنچ جائے اور مخلوقات کے علم کی سرحدوں کو پار کر کے انسان اسی ذریعہ سے خالق تک بھی پہنچ جائیں مگر یہ شئے احتمالی ہے اور تمام متعلقات چاہتی ہے۔ لہذا انبیاء کا راستہ ہی کامیابی کا راستہ اور براہ راست اقدام ہے۔ حکما کا راستہ، راستہ تو خیال کیا جاسکتا ہے مگر طویل اتنا ہے کہ زمانے صرف ہوں، جبکہ دنیا میں جو عمر میسر ہے وہ بھی سامنے ہے۔ نسل انسانی اگر اس راہ میں ترقی کرتی بھی رہے اور قدم قدم پر پیش آنے والی کھائیوں میں پھنس کر اس کا جہاز سُست نہ پڑ جائے یا غرقاب نہ ہو جائے، تو بھی نسل انسانی کے وہ آنے والے لوگ ہی خدارسیدہ ہو سکیں گے، اور ان سے پچھلے محروم ہی رہیں گے۔ یعنی اس راستہ میں دونوں احتمال ہیں کہ یہ (منزل پر) پہنچ جائے یا کبھی نہ پہنچے۔ پھر قدم قدم پر سو سو آفات ہیں۔ در حقیقت انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہی براہ راست اور کامیاب راستہ ہے۔ یہی دائمی اور راحت کی زندگی کا راستہ ہے۔ قرآنِ پاک کے بتائے ہوئے اخلاق ہی راستہ کی سواری ہیں۔ انسان کی عمر گزر جاتی ہے مگر وہ ساتھ نہ جانے والی دولت کمانے کے ذوق میں مر جاتا ہے۔ دولت فی نفسہ کوئی چیز نہیں بلکہ اس کا علم ہی وہ سُرور ہے جو دولت مند کو میسر ہوتا ہے اور جو اس کے مر جانے پر یا کسی آفت کی وجہ سے محروم ہو جانے پر ختم ہو جاتا ہے اور محرومی کی حسرت بطورِ عذاب کے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اسی طرح حسد ہے، اسی طرح حُب جاہ ہے۔ انسان جاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حصول میں عمر کی بازی لگا دیتا ہے اور مرتے دم تک اس ارمان سے نہیں چھوٹتا۔ اور جب مر گیا تو یہ ارمان اسے پورا کرنے والی مخلوق، سب ختم ہو گئے۔ اب یہ علم بھی مٹ جائے گا، اور اگر رہ بھی جائے گا تو اس کے باعث جو لذت محسوس ہوتی تھی، اب اس کی سبیل نہ رہے گی۔ یہ محرومی ہی عذاب دوزخ ہو گی۔ ایک بے ایمان کو اسی لیے دائمی عذاب ہے۔ اور ایماندار کو (اس کے حسب حال، جب بھی ملے) دائمی راحت ضرور ملے گی جو کبھی زائل نہ ہو گی۔ گویا ایک کے پاس کوئی باقی معلوم نہ تھا، یعنی باقی کا علم یا معرفت نہ تھی، یہی بے ایمانی یا بے یقینی تھی۔ اپنے نفاق کا قوی علم اُسے اور بھی باعث محرومی اور وجہِ عذاب ہو گا۔ جبکہ دوسرے کے پاس باقی کا علم یا معرفت تھی، یہی ایمان یا یقین تھا جو قوتِ عمل کی کمزوریوں اور لغزشوں کے باجود بالآخر دائمی راحت کی جنت میں اُسے لے جا کر رہے گا۔‘‘ (ص ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱)

’’تصوف کیا ہے......... دنیا کے تمام مباح اور جائز کاروبار کو دین بنا دینا! یاد رکھو، اگر نیت کو بیدار رکھ کر کام کیے جائیں کہ یہ کام میں اللہ کے لیے اس کی رضا کے حصول اور اس کے احکام کی تعمیل میں کرتا ہوں تو وہ بہت سی نفلی عبادتوں سے افضل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً مسلمان پر اپنے اہل و عیال کی پرورش کا ایک درجہ واجب ہے۔ اب اگر اس واجب کی ادائیگی کے لیے وہ کام کرتا ہے، اور نیت کر کے، غفلت ترک کر کے، کرتا ہے تو نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ ایک واجب ادا کر رہا ہے۔ اس طرح ہر کام کو عبادت بنایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ حرام اور مکروہ نہ ہو۔ جبکہ ریاکاری سے تو خالص عبادت (خواہ نماز ہی ہو) شرک بن جاتی ہے۔ دکھاوے سے عبادت کرنا شرک ہے۔ شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریاؒ) صاحب سے مولانا حبیب الرحمٰن (لدھیانویؒ) صاحب نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟ انہوں نے کیا ہی خوب جواب دیا کہ تصوف، تصحیح نیت کا نام ہے......انما الاعمال بالنیات! اور ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب، لوگ خبر نہیں تصوف کسے سمجھتے ہیں۔ تصوف فقاہت کا نام ہے۔ یعنی دینی سمجھ! گویا، حضرت شیخ الحدیث نے تصوف کا ابتدائی سرا بیان فرمایا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی۔ ہر کام کو نیت کے ساتھ سر انجام دینا، تاکہ غفلت نہ ہو، یہی عبادت ہے۔ اور یہ جو ذکر کرایا جاتا ہے، اس کی غرض بھی غفلت کو دور کرنا ہے۔ مباح سے لے کر اوپر تک جو کام ہیں، سب کو بیداری سے کرنا......یہی بڑا اور اعلیٰ ذکر ہے اور یہی تصوف ہے۔ اب یہ بات خواہ دس گھنٹے میں حاصل ہو، دس دن میں حاصل ہو، دس ماہ میں حاصل ہو یا دس سال میں۔ ’’اخلاص‘‘ اسی کو کہتے ہیں۔ اور اسی کے لیے آیا ہے کہ ’’درجۂ احسان‘‘ حاصل کرو‘‘ (ص ۱۳۱، ۱۳۲)

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء......... ۱۹۶۲ء) کے ارشادات کا یہ مجموعہ، مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا تھا۔ جس کی تلخیص اور ترتیبِ نو کی سعادت مولانا محمد عبداللہ صاحب (مہتمم دارالہدیٰ، بھکر) کے حصے میں اور اشاعت کی خدمت مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور کے حصے میں آئی ہے۔ سالِ اشاعت ۱۹۹۷ء ہے۔ دو سو اسی (۲۸۰) صفحات کے اس مجموعے کی قیمت صرف

© rasailojaraid.com